فہم قرآن میں عصری علوم سے استفادہ
بیسوی صدی کا ایک تفسیری رجحان

وسیم احمد

ہر زمانے میں مفسرین نے کلام پاک کے معانی اور مطالب کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے اور اپنے زمانے کی علمی سطح اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق اس میں کامیابی حاصل کی ہے۔ عہد حاضر میں سائنسی علوم نے غیر معمولی ترقی کی ہے اور اس کے زیر اثر ہونے والے نت نئے اکتشافات نے کائنات کے بہت سے سربستہ رازوں سے پردہ ہٹا دیا ہے۔[1] چناں چہ آفاق وانفس کے بے شمار گوشے جو اس سے پہلے فہم انسانی کی گرفت سے باہر تھے، اب اس کی دسترس میں آچکے ہیں۔ ان علوم کی روشنی میں قرآن کریم کے معانی اور مفاہیم کو سمجھنے اور بہت سی آیات کے مطالب تک رسائی میں آسانیاں پیدا ہو رہی ہیں اور قرآنی علوم ومعارف کے بہت سے ایسے پہلو جو اس سے پہلے انسانی فہم سے باہر تھے ان کا سمجھنا اب آسان ہوگیا ہے۔ فہم قرآن کے میدان میں یہ بیسوی صدی کا ایک امتیازی پہلو ہے اور اس پہلو پر گزشتہ برسوں میں معتد بہ لٹریچر وجود میں آیا ہے۔ اس مضمون میں اس موضوع کے بعض گوشوں کے مطالعہ کی کوشش کی گئی ہے۔

قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کے لیے نہایت آسان کردیا ہے(**ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر**. (القمر: ۱۷) اعجاز و بلاغت کے اعتبار سے یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے اور اس کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ ہر ذہنی سطح کے لوگ اس سے ہر زمانے میں دل ودماغ کو مطمئن کردینے والی رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ علوم ومعارف کا ایک ناپیدا کنار سمندر ہے

جس کی نہ کوئی حد ہے نہ پایاں۔ چناں چہ جیسے جیسے علم ترقی کرتا جائے گا اس کے بہت سے ایسے گوشے سامنے آتے جائیں گے جو اس سے پہلے فہم انسان کی رسائی سے یکسر باہر تھے۔

سائنسی علوم کی روشنی میں قرآنی آیات کو سمجھنے کی ابتدائی کوششیں انیسویں صدی میں شروع ہوگئی تھیں۔ اس دور کے مخصوص حالات کے باعث مسلمان عوام کے درمیان بالعموم اور علماء کے درمیان بالخصوص مغربی علوم کی نسبت سے شدید ردعمل پایا جاتا تھا۔ اس کے باوجود مسلمانوں میں مغربی علوم کی تحصیل کا احساس بڑھ رہا تھا اور اس کے نتیجے میں مغربی تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہن ودماغ میں مذہب کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو رہے تھے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ سائنس اور جدید عقلیات کی روشنی میں ان شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے اور جدید ذہن کی تشفی کا سامان فراہم کیا جائے۔ اس کی ابتداء بھی سرسید نے کی جو مسلمانوں میں جدید تعلیم کے سب سے بڑے داعی تھے۔

تہذیب الاخلاق میں چھپے سرسیدؒ کے مضامین اور بعد میں ان کی ''تفسیر القرآن'' انھیں کوششوں کے نتیجے میں سامنے آئیں۔ لیکن اس زمانے میں ایک طرف تو سائنسی علوم میں پختگی نہیں آئی تھی اور دوسری طرف ان علوم کا بیجا رعب عام طور پر ذہنوں پر طاری تھا۔ جس سے سرسیدؒ جیسے لوگ بھی محفوظ نہ رہ سکے تھے۔ اس لیے ان کی ''تفسیر القرآن'' جس کی انھوں نے بلاشبہ قوم کے نوجوانوں کو مغربی علوم کی مرعوبیت سے نکالنے اور قرآن واسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے تصنیف کی تھی، خود بھی اس مرعوبیت کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکی۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی بہت سی خوبیوں کے باوجود وہ قبول عام حاصل نہ کرسکی۔

بعد میں جیسے جیسے سائنسی علوم میں پختگی آتی گئی ان کی طرف سے مسلمانوں کے ذہنوں سے شکوک وشبہات بھی دور ہوتے گئے۔ بیسوی صدی کے وسط میں مولانا وحیدالدین خاں کی کتاب ''مذہب اور جدید چیلنج''[۲] اور مولانا عبد الباری ندوی کی ''مذہب اور سائنس''[۳] جیسی کتابیں شائع ہوئیں جن میں بڑی کامیابی اور خوش اسلوبی سے ثابت کیا گیا کہ سائنس کی روشنی قرآن کی صداقت اور حقانیت کے باب میں شک پیدا کرنے کے بجائے اس کو اور واضح اور ثابت کرتی ہے اور اس کے بہتر فہم کی راہ ہموار کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سائنسی علوم جیسے جیسے ترقی کرتے جا رہے ہیں فہم قرآن میں مفید و معاون بنتے جا رہے ہیں اور صحیح معنوں میں قرآن کی آیت: **سنریهم ایتنا فی الآفاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق (حم سجدہ: ۵۳)** کی تفسیر معلوم ہوتے ہیں۔

قرآن کریم کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ کا جامہ پہنایا ہے جو زبان پر بہت آسانی سے جاری ہو جاتے ہیں اور یہ ہر زمانہ اور ہر دور کی علمی اور ذہنی سطح کے مطابق بنی نوع انسان کے دل و دماغ میں اپنا پیغام ہدایت پہونچا دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ قرآن علوم کا سرچشمہ اور پوری انسانی تاریخ میں علم کا سب سے بڑا محرک اور مروج رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علوم کی ترقی اور پھیلاؤ اور اس کے نتیجہ میں ذہن و دماغ میں وسعت و کشادگی سے اسے کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ قلب و نظر میں کشادگی اس کی پنہائیوں اور گہرائیوں کے بہتر ادراک کی صلاحیت پیدا کرتی ہے اور ذہن و دماغ میں وسعت جس طرح قرآنی تعلیمات کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے وہ کسی اور ذریعہ سے پیدا نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ علوم میں کتنی ہی ترقی ہو جائے وہ قرآنی علوم کی انتہا تک نہیں پہونچ سکتے اور نہ ہی اس کی معنویت میں محدودیت کا احساس کر سکتے ہیں۔ ہاں ان کی مدد سے اس کے معانی و مفاہیم کی تہہ دار گہرائیوں اور پنہائیوں تک رسائی اور ان کے بہتر ادراک کی صلاحیت ضرور پیدا ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح تا قیام قیامت جاری رہے گا۔ آئندہ صفحات میں اس نوعیت کی بعض مثالیں پیش کی جا رہی ہیں جن سے اس نکتہ کی کسی قدر وضاحت ہوتی ہے۔

انسان کی تخلیق سے متعلق چند آیات

قرآن کریم کی متعدد آیات انسان کی تخلیق کے ابتدائی مراحل پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

افرأیتم ماتمنون. اانتم تخلقونه ام نحن الخٰلقون (الواقعہ: ۵۸-۵۹)

جس زمانے میں خلیوں کے اجزاء Chromosomes اور ان میں

Genetic Codes وغیرہ کی تفصیلات ہنوز علم میں نہیں آئی تھیں عام طور پر علماء اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے تھے۔

''کیا تم نے دیکھا کہ جو (نطفہ) تم ٹپکاتے ہو اس کو (انسان) تم بناتے ہو یا اس کے بنانے والے ہم ہیں''۔ یعنی تخلقونہ سے نطفے کو انسان بنانا مراد لیتے تھے۔ لیکن اب جب کہ یہ تفصیلات سامنے آچکی ہیں تو اس تکلف کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ مٹی کے اجزاء جو غذا کی صورت میں انسان کے جسم میں پہنچتے ہیں ان سے مرد عورت کے نطفے کے خلیے Sperm اور Ovum کا بنانا اور پھر انھیں جوڑ کر مخلوط نطفہ کا ایک مکمل خلیہ بنا دینا جس میں نئے بننے والے انسان سے متعلق ساری تفصیلات موجود رہتی ہیں، اللہ رب العالمین کی ایسی لطیف کاری گری ہے جسے اس احسن الخالقین کے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا اس لیے اس آیت میں تخلقونہ سے خود نطفے کی تخلیق مراد لینا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ عبداللہ یوسف علیؒ اپنے انگریزی ترجمہ میں اسی کو ملحوظ رکھا ہے۔ جیسا کہ ترجمہ سے واضح ہے۔

Do ye see ?The (Human Seed) that ye emit,Is it

ye who create it, or are we the creator?

یہ بات سورہ نجم میں اور زیادہ واضح طور پر سامنے آتی ہے۔ ارشاد ہے: ''هو اعلم بكم اذ انشاكم من الارض واذ انتم اجنة فى بطون امهتكم'' (النجم: ۳۲)

اس آیت میں بھی بہت سے علماء نے 'اذ انشاكم من الارض' کا ترجمہ ''جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا'' کیا ہے اور اس سے آدمؑ کا زمین سے پیدا کیا جانا مراد لیا ہے لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا یہاں بھی عام انسانوں کا زمین سے پیدا کیا جانا مفہوم کو بہتر طور پر ادا کرتا ہے۔

انسان کے لیے زمین کو سازگار بنانے سے متعلق آیات

انسان کے رہنے بسنے کے لیے زمین کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح سازگار بنایا ہے

اس کو قرآن نے مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔ سورہ ملک میں ارشاد ہے:

ھو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقه والیه النشور . (الملک:۱۵)	وہی ہے جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو پست اب چلو پھرو اس کے کندھوں پر اور کھاؤ کچھ اس کی دی ہوئی روزی اور اسی طرف جی اٹھنا ہے۔

علم طبقات الارض کے جاننے والے کچھ بہتر اندازہ کر سکتے کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کس طرح ہموار کیا ہے اور نہایت گرم اور سیال مادے (گول زمین کا اندرونی حصہ جو مستقل تیزی کے ساتھ حرکت بھی کرتا رہتا ہے) کے اوپر کس طرح ایک ہموار فرش بچھا دیا ہے۔ ارشاد ہے:

والارض فرشنٰھا فنعم المٰھدون (الذریات:۴۸)	اور ہم نے زمین کو فرش کے طور پر بنایا سو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔

پھر اس فرش کو سیال مادے کے اوپر مضبوط جمانے کے لیے پہاڑوں اور چٹانوں کے ذریعہ اس کو مضبوطی عطا کی تاکہ اندرونی مادے کی حرکت کی وجہ سے اوپری فرش بھی ہلنا نہ شروع کر دے۔

والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم وانھرا وسبلا لعلکم تھتدون (النحل:۱۵)	اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیے تاکہ وہ تم کو لے کر ڈگمگانے نہ لگے۔ اور اس نے نہریں اور رستے بنائے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

پھر اس فرش میں ہمارے ضرورت کی چیزیں رکھ دیں۔

وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبٰرک فیھا وقدر فیھا اقواتھا. (حم سجدہ:۱۰)	اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنا دیے اور اس زمین میں فائدہ کی چیزیں رکھ دیں اور اس میں اس کے رہنے والوں کی غذائیں تجویز کر دیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

والارض مددنها والقينا فيها رواسي انبتنا فيها من كل زوج بهيج تبصرة وذكرى لكل عبد منيب. (ق ۷-۸)

اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور اس میں پہاڑوں کو جمایا، اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیزیں اگائیں۔ جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لیے۔

بارش کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندگی بخشتے ہیں اور وہ بارآور (Fertile) ہوجاتی ہے۔ ہوا کی نائٹروجن، کاربن ڈائی آکسائڈ (CO_2) وغیرہ ایسے اجزاء ہیں جو زمین کو بارآور (Fertilize) کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں اور یہ بارش کے پانی میں گھل کر زمین میں پہنچتے ہیں۔ بجلی چمک کر نائٹروجن کو بادلوں کے پانی میں گھولتی ہے۔ آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائڈ (CO_2) بھی پانی میں گھل جاتی ہیں اور بارش کے ساتھ زمین میں پہنچتی ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ومن آيته يريكم البرق خوفا وطمعا وينزل من السماء ماء فيحي به الا رض بعد موتها. ان في ذالك لآيت لقوم يعقلون (الروم: ۲۴)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ اور آسمان سے پانی برساتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وارسلنا الريح لواقح فانزلنا من السماء ماء فاسقينكموه . وما انتم له بخزنين. (الحجر: ۲۲)

اور ہم بھیجتے ہیں بوجھل ہوائیں، پھر آسمان سے پانی برسا کر وہ تمہیں پلاتے ہیں اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔ (ترجمہ: مولانا محمد جوناگڑھی)

اس ترجمے میں ''الریح لواقح '' کا ترجمہ 'بوجھل ہوائیں' کیا گیا ہے۔ حالاں کہ اس کا ترجمہ 'بوجھل کرنے والی ہوائیں' زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اسی مفہوم کو اختیار کرتے ہوئے ''وارسلنا الریح لواقح '' کا ترجمہ 'اور ہم ہی ہواؤں کو بارآور بنا کر چلاتے ہیں' کیا ہے۔ ہوائیں ہی بادلوں کو اٹھا کر اتنے اوپر لے جاتی ہیں کہ وہاں پر بخارات (Vapors) جم جاتے ہیں اور بادل پانی سے بوجھل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح 'الریح لواقح ' کا مفہوم بوجھل کرنے والی ہوائیں' بہتر طور پر سمجھ میں آتا ہے۔

اس کا ایک ترجمہ Winds Fertilizing بھی کیا گیا ہے۔۵ حالاں کہ مترجمین نے یہاں بھی اس کا مفہوم (To fill heavily the clouds with water) لیا ہے لیکن Fertilizing سے زمین کو Fertile کرنے کا مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے اور یہ مفہوم اوپر دی گئی تشریح سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔

اسی طرح زمین کو ایک خاص رفتار سے اس کے محور پر چلانا تا کہ رات اور دن ایک مناسب رفتار سے آتے جاتے رہیں، اس محور کو ایک خاص زاویے پر جھکا کر موسم اور ہواؤں کو بدلنے کا انتظام کرنا وغیرہ بے شمار ایسی حکمتیں ہیں جن کی طرف قرآن نے اشارے کیے ہیں ان کی تشریح سائنسی علوم سے ہوتی ہے۔

ان فی خلق السموت والارض واختلف الیل والنهار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحیابه الارض بعد موتها وبث فیها من کل دابة وتصریف الریح والسحاب المسخر بین	بے شک آسمانوں اور زمین کی ساخت میں، رات و دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں، ان کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی ہیں، بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور اپنے اس انتظام سے زمین میں ہر قسم کی

السمـاء والارض لآیت لقوم یعقلون. (البقرة: ۱۶۴)

جاندار مخلوق کو پھیلا دیتا ہے، ہواؤں کی گردش میں اور آسمان اور زمین کے درمیان مسخر بادلوں میں بے شمار نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

ان نشانیوں کی طرف قرآن نے واضح اشارے کر دیے ہیں۔ان کی تفصیل میں جائیے تو احاطہ دشوار بلکہ ناممکن، ہاں اس نتیجہ پر پہونچنا آسان ہو جاتا ہے کہ:

قل لو کان البحر مداد لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی ولو جئنا بمثله مددا. (الکهف: ۱۰۹)

کہو کہ اگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لیے روشنائی (کی جگہ) ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے (اور باتیں احاطہ میں نہ آئیں) اگرچہ اس کی مثل ایک دوسرا سمندر اس کی مدد کے لیے ہم لے آئیں۔

انسان کو زمین پر خلیفہ بنائے جانے سے متعلق چند آیات:

قرآن کریم میں حضرت آدمؑ کا قصہ کئی جگہوں پر بیان ہوا ہے۔سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے:

"واذ قال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک قال انی اعلم مالا تعلمون وعلم آدم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملئکة فقال انبئونی باسماء

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں اور خون بہائے اور ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو۔فرمایا بے شک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور سکھلا دیے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا ان سب

ھولاء ان کنتم صادقین قالو اسبحنک لا علم لنا الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم قال یادم انبئھم باسمائھم فلما انبأھم باسمائم قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموت والارض واعلم ماتبدون وما کنتم تکتمون"(البقرة:۳۰-۳۳)	چیزوں کو فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو۔ بولے پاک ہے تو ہم کو نہیں معلوم مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا بے شک تو ہی ہے اصل جاننے والا اور حکمت والا۔ فرمایا اے آدم بتادے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام۔ پھر جب بتادیے اس نے ان کے نام فرمایا نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

ان آیات میں غور کرنے کے بعد دو سوال خاص طور سے ذہن میں آتے ہیں:

پہلا سوال یہ آتا ہے کہ فرشتوں نے کس بنا پر کہا کہ"اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء"۔ ان کو کیسے معلوم ہوا کہ انسان جسے اللہ تعالیٰ زمین میں خلیفہ کی حیثیت سے پیدا کرنے والے ہیں وہ اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ مفسرین نے اس سوال کے متعدد جواب دیے ہیں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے ان سب کا احاطہ نہایت مختصر اور جامع انداز میں اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"رہا یہ امر کہ ملائکہ کو بنی آدم کا حال کیونکر معلوم ہوا اس میں بہت سے احتمال ہیں۔ جنات پر قیاس کیا، یا حق تعالیٰ نے پہلے بتادیا تھا، یا لوح محفوظ پر لکھا دیکھا۔ یا سمجھ گئے کہ حاکم وخلیفہ کی ضرورت جبھی ہوگی جب ظلم وفساد ہوگا، یا حضرت آدمؑ کے قالب کو دیکھ کر بطور قیافہ سمجھ گئے ہوں (جیسا کہ ابلیس نے حضرت آدمؑ کو دیکھ کر کہا تھا کہ بھکول ہوں گے) اور ایسا ہی ہوا"[۶]

آج کل سائنس کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان سے پہلے بھی زمین پر بہت سے جانور رہتے تھے جن کا مادہ بھی مٹی سے بنا ہوا تھا۔ معلوم ہے کہ جانوروں (مثلاً شیر، کتے، بندر وغیرہ) میں جنسی اور علاقائی بنیادوں پر لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس لیے یہ

بھی ممکن ہے کہ فرشتوں نے انھیں جانوروں پر قیاس کر کے سمجھا ہو کہ زمینی اجزاء سے بنا ہوا انسان بھی انھیں خصوصیات کا حامل ہوگا۔

دوسرا سوال یہ ذہن میں آتا ہے کہ اسماء کا علم جو آدمؑ کو دیا گیا اس کی کیا حقیقت ہے اور کیا وجہ ہے کہ فرشتوں جیسی مقرب مخلوق اس علم میں آدمؑ کی برابری نہ کر سکی۔

عام طور پر علماء نے اسماء سے نام مراد لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو کن کے نام سکھائے؟ اس سوال کے جواب میں دو قول قابل ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مراد تمام چیزوں کے نام ہیں اور اس میں احساسات (Feelings) کے نام بھی شامل ہیں۔ ۷ دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد آدمؑ کی ذرّیت کے نام ہیں اور خاص کر ان لوگوں کے نام ہیں جو دنیا میں فساد مٹانے اور عدل قائم کرنے کے لیے آنے والے تھے۔ ۸ اس سلسلے میں علماء کے دلائل ان کی تفاسیر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اکثر حضرات فرشتوں کے مقابلے میں انسان کو علمی اعتبار سے افضل مانتے ہیں۔ اس کی تائید قرآن وحدیث سے نہیں ہوتی۔ ۹

دراصل انسان کے علم اور فرشتوں کے علم میں بنیادی فرق ہے اور اس بنا پر کسی ایک کو دوسرے سے افضل قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ دونوں کے علم وعمل کا میدان ان کے حالات اور دائرہ کار کے اعتبار سے ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہے۔ آیت میں اسماء سے مراد 'علامات' (Symbols) لینا آیت کے مفہوم میں زیادہ وسعت پیدا کر دیتا ہے۔ اس طرح جو مفہوم نام سے پیدا ہوتا ہے وہ بھی اس میں شامل رہتا ہے اور اس کی مدد سے انسان اور فرشتوں کے علم میں جو بنیادی فرق ہے اسے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ انسانی علم کی بنیاد 'علامات' (Symbols) کی پہچان ہے، اس کی طرف اشارہ قرآن کی آیت۔ **الذی علم بالقلم. علم الانسان مالم یعلم** (العلق:۴-۵) سے بھی ہوتا ہے کیوں کہ قلم سے (Symbols) ہی بنائے جاتے ہیں۔

انسان کے علم کی بنیاد مشابہتی استدلال (Approximate Logic) ہے۔ ۱۰ اسی بنیاد پر وہ Symbols کو پہچانتا ہے۔ فرشتوں کے دائرہ کار کا جو

علم ہمیں حاصل ہے اس کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ فرشتوں کے علم کی بنیاد قطعی استدلال (Exact Logic) ہے۔ دونوں کے فرق کو مثال کے ذریعہ بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

ایک آسان مثال کمپیوٹر کی ہے جس میں صرف دو Symbols 'O' اور '1' استعمال ہوتے ہیں۔ ان Symbols کو پانچ وولٹ (5 Volts) اور صفر وولٹ (0 Volts) سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ اسے تصویر نمبر۔ا میں دکھایا گیا ہے۔ ان کے درمیان 2.5 Volts کو حد فاصل کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح اگر دوران علامت (Symbol duration) میں یہ 2.5 Volt سے زیادہ ہوتو '1' کو ظاہر کرتا ہے اور اگر اس سے کم ہوتو 'O' کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح اگر کسی وجہ سے علامت (Symbol) مسخ ہوجائے تو بھی ایک حد کے اندر اس کا پہچاننا آسان رہتا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں تصویر نمبرا میں پیش کی گئی ہیں اور وہیں ان کی مختصر وضاحت بھی کی گئی ہے۔

ان علامات ('O' اور '1') کو ظاہر کرنے کے لیے ایک دوسرا ذریعہ روشنی کو بنایا جاسکتا ہے۔ ایک نہایت چھوٹے سوراخ سے اگر کسی وقت میں روشنی ظاہر ہوتو اسے '1' اور نہ ظاہر ہوتو اسے 'O' سمجھا جاتا ہے۔ یہاں بھی ظاہر ہونے والی روشنی کو '1' اسی وقت مانا جاتا ہے جب وہ ایک خاص مقدار سے زیادہ ہوتی ہے۔

انسان جس طرح علامات (Symbols) کو پہچانتا ہے وہ کمپیوٹر کے مقابلے میں کافی پیچیدہ ہے۔ علامات (Symbols) بھی بے شمار ہیں اور وہ کثیر الابعاد (Multi-dimensional) بھی ہوسکتے ہیں۔ یہاں بھی ایک آسان مثال حروف کو پہچاننے کی لی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے انگریزی حرف N کو لیا جاسکتا ہے اس میں صرف تین عناصر (Elements) استعمال ہوتے ہیں۔ تصویر نمبر۲ میں صرف ایک عنصر کو اپنی جگہ سے ہٹایا گیا ہے جس میں ایک حد تک تو اسے N کی حیثیت سے پہچانا جاسکتا ہے لیکن اس کے بعد یہ H سے زیادہ قریب ہوجاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جو علامات (Symbols) کو مشابہتی استدلال approximate logic کی بنیاد پر پہچانتا ہے۔ ایک حد کے اندر مسخ شدہ علامات کو پہچان لیتا ہے، جن علامات کی اسے پہچان

کرائی گئی ہے، مسخ شدہ علامت کو ان میں سے جس علامت سے زیادہ قریب پاتا ہے اسی حیثیت میں اس کی پہچان کرلیتا ہے۔ لیکن فرشتہ جس کے علم کی بنیاد قطعی استدلال (Exact logic) ہے اگر کسی علامت کو اس کی قطعی (Exact) صورت سے ذرا بھی مختلف پائے گا تو کہہ دے گا کہ یہ وہ علامت (Symbol) نہیں ہے جو ہمیں بتائی گئی ہے۔ اس سے ملائکہ کا جواب یعنی 'قالو اسبحانک لاعلم لنا الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم" (البقرۃ: ۳۲) بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ علامات (Symbols) میں مشابہت (Approximation) کا پہلو موجود رہتا ہے۔

اس پس منظر میں انسان اور ملائکہ کے دائرہ کار کا مسئلہ بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ فرشتوں کو اللہ کی طرف سے بلا واسطہ احکامات و پیغامات ملتے ہیں اور انھیں غلطیوں سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ اس لیے ان کا علم بھی قطعیت (Exactness) کی بنیاد پر ہے۔ انسان کو زمین پر خلیفہ بنایا گیا ہے جس کے لیے اسے فرقان اور میزان عطا کی گئی ہے لیکن اسے فتنہ وفساد کے ماحول میں کام کرنا ہوتا ہے اس لیے اسے ایک حد کے اندر ارادہ واختیار کی آزادی دی گئی ہے اور اس کے دائرہ کار کے مطابق اسے مشابہتی استدلال (Approximate Logic) کی سہولت مرحمت کی گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کی حدود قائم کردی گئی ہیں یعنی فرقان ومیزان جو کتب الٰہی میں اسے عطا کی گئی ہیں۔ گویا علامات (Symbols) کی پہچان ایک علامتی امتحان تھا جس کے ذریعہ خلیفہ کی حیثیت میں کام کرنے کے لیے جن بنیادی صلاحیتوں کی ضرورت تھی انھیں ظاہر کیا گیا۔

علامات (Symbols) کی پہچان کو ہی آگے بھی اولاد آدم کے لیے علم کا ذریعہ بنایا گیا۔ اس کی طرف قرآن کی آیات **علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم** (العلق: ۴-۵) اشارہ کرتی ہیں۔ یہ بات بخوبی معروف ہے کہ حروف خواہ کسی بھی زبان کے ہوں بنیادی علامات (Symbols) ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قطعی استدلال (Exact Logic) کی بنیاد پر جو علم فرشتوں کو حاصل ہوتا

ہے اس میں غلطی کا امکان نہیں رہتا۔ لیکن مشابہتی استدلال (Approxmate Logic) کی بنیاد پر انسان کو جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو اخذ کرنے اور پھر نقل (Reproduce) کرنے میں غلطی کا امکان رہتا ہے۔ چوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت کے تحت واقع ہوتا ہے اس لیے اس کی خرابیوں سے انسان کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ قایم فرمایا اور کتابیں نازل فرمائیں یہ سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر ختم ہوا جنھیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی صورت میں عظیم ترین کتاب عطا کی اور ہر اعتبار سے اس کی حفاظت کا اہتمام فرمایا جیسا کہ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔(انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون (الحجر: ۹)

زمین پر خلیفہ کی حیثیت سے کام کرنے میں مشابہتی استدلال (Approximate Logic) کی ضرورت کی وضاحت کے بعد خلیفہ کی ایک دوسری اہم خصوصیت کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ اس کی اصلاح کر سکے۔ یہ عظیم صلاحیت اللہ کی دی ہوئی توفیق سے آدمؑ کی توبہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ [۱۱] اس صلاحیت کی اہمیت کا اندازہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے ہوتا ہے۔ [۱۲] کسی غلطی کے بعد توبہ کر لینے سے بندہ اللہ کی رحمت سے ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے وہ غلطی کی ہی نہ ہو۔ سورہ توبہ میں رب کریم نے اپنے اچھے بندوں کی کچھ اعلیٰ صلاحیتوں کا ذکر کیا ہے۔ [۱۳] ان میں پہلی صلاحیت 'التئبون' (توبہ کرنے والے) ذکر فرمائی اور آخری صلاحیت 'الحفظون لحدود الله' (اللہ کے حدود کا خیال رکھنے والے) بیان کی ہے۔ زمین پر خلیفہ کی حیثیت میں کام کرنے کے لیے ان دونوں صلاحیتوں کی اہمیت اور ضرورت بالکل واضح ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان، زمین اور پہاڑ وغیرہ سبھی Exact Logic کی بنیاد پر کام کرتے ہیں یعنی اپنے خالق کی دی ہوئی ہدایت سے ذرا بھی انحراف نہیں کر سکتے۔ (ربنا الذی اعطی کل شئ خلقه ثم هدی) انسان کو ارادہ واختیار کی آزادی دے کر اس کی حدود بتا دی گئیں اور ان حدود کے اندر رہ کر احکامات کی پابندی کی ہدایات دی گئیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا یہ مشابہتی استدلال (Approximate

Logic) کی سہولت ہی تھی جس کی وجہ سے انسان ان حالات میں کام کرنے کا مکلّف ہوا۔ اس کی طرف سورہ احزاب کی آخری آیات اشارہ کرتی ہیں۔ ارشاد ہے:

انا عرضنا الا مانة على السموت والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها و حملها الانسان انه كان ظلوما جهولا ليعذب الله المنفقين والمنفقت والمشركين والمشركت . ويتوب الله على المؤمنين والمؤمنت وكان الله غفورا رحيما.

منافقین ومشرکین کو عذاب دینے اور مومنین کی توبہ قبول کرنے کی علت تصویر نمبرا میں دی گئی تفصیلات سے واضح ہوتی ہے۔ جہاں Approximate Logic کی روشنی میں غلطیوں کے امکانات اوران کی نوعیت واضح کی گئی ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ 'فعال لما یرید 'تو اللہ کی ذات ہے۔ انسان کوارادہ واختیار کی جو آزادی اللہ نے دی ہے اس کے حدود بھی اس نے متعین کردیے ہیں ان حدود کا خیال نہ کر کے اگر انسان من مانی کرنے لگے تو گویا اس نے اپنی خواہشات کو اپنا الہ بنالیا اور یہ شرک ہے۔

فتبارک الله احسن الخالقین

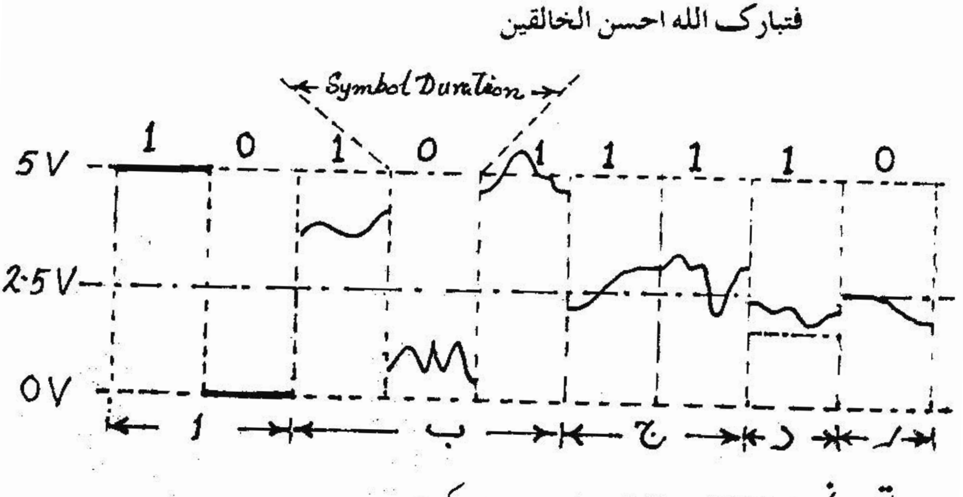

تصویر نمبرا: 'O'اور '1'علامات اوران کی حدود

(الف) علامات (Symbols) جنھیں قطعی استدلال (Exact Logic)

اور مشابہتی استدلال (Approximate logic) دونوں کی بنیاد پر پہچانا جاسکتا ہے۔

(ب) علامات (Symbols) کی مسخ شدہ شکلیں جنہیں صرف مشابہتی استدلال (Approximate Logic) کی بنیاد پر پہچانا جاسکتا ہے۔

(ج) ان علامات (Symbols) کا غالب حصہ '1' کی طرف ہے لیکن ایک چھوٹا حصہ 'O' کی طرف بھی ہے اب اگر پورے Symbol کو ذہن میں نہ رکھ کر صرف تھوڑے سے حصے کو دیکھ کر فیصلہ کرلیا جائے تو اس میں غلطی کا امکان رہے گا۔ یہ غلط فیصلہ اگر دانستہ طور پر غلط نتیجہ نکالنے کے لیے یا کسی طاغوتی اثر کے تحت کیا جائے تو ظلم و جہالت سے تعبیر کیا جائے گا۔ اگر نا دانستہ طور پر کیا جائے تو محض ایک غلطی ہوگی جو مشابہتی استدلال (Approximate Logic) کی کمزوری کی وجہ سے واقع ہوگی۔ احتیاط کا پہلو یہ ہے کہ پورے Symbol کو بغور دیکھ کر فیصلہ کیا جائے۔

(د) حد فاصل ہی اپنی جگہ سے ہٹ جائے (یا ہٹادی جائے) یا غیر واضح ہو یا مسخ ہو جائے تو غلط فیصلہ کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ اس صورت میں صحیح فیصلہ کے لیے Symbol کا اپنی قطعی پوزیشن (Exact Position) کے قریب تر ہونا زیادہ ضروری ہے۔

(ر) اس صورت میں Symbol کا ایک حصہ ایسا ہے کہ اس کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن دوسرا حصہ 'O' کی طرف ہے اس لیے یہ 'O'Symbol کو ظاہر کررہا ہے۔ اس کی ایک مثال بغیر اعراب کے الفاظ کی صورت میں مل سکتی ہے۔ مثلاً 'اس' سے This اور That دونوں معانی مراد ہوسکتے ہیں اور صحیح فیصلہ سیاق وسباق کو دیکھ کر ہوتا ہے۔

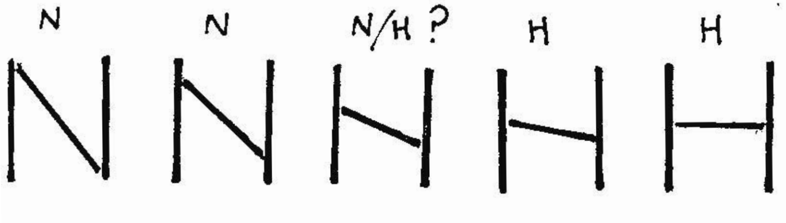

تصویر نمبر۲: N یا H کے ایک عنصر (Element) کے اپنی جگہ ہٹنے کی مختلف شکلیں۔

حواشی ومراجع

۱۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان من شیء الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم (الحجر: ۲۱)

اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب خزانے (کے خزانے) ہیں اور ہم اس (چیز) کو ایک متعین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں۔

سائنسی علوم اور ان کی ترقی کو بھی اسی روشنی میں دیکھا جانا چاہیے۔ علم کے خزانے میں سے اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کی ضرورت، ان کی کوشش اور ان کی صلاحیت کے مطابق جتنا چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

۲۔ مولانا وحید الدین خاں ''مذہب اور جدید چیلنج'' مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی۔ بار اول ۱۹۶۶ء

۳۔ مولانا عبد الباری ندوی ''مذہب اور سائنس'' مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔ بار اول ۱۹۷۱ء

۴۔ ملاحظہ فرمائیں مولانا اشرف علی تھانویؒ ترجمہ قرآن کریم مع مختصر حواشی' مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ ''تفہیم القرآن' مولانا امین احسن اصلاحیؒ تدبر قرآن۔

۵۔ "Translation of the meanings of the NobleQuran" by Dr. Mohammad Taqi-ud-din Al-Hilali and Dr.Mohammad Mohsin Khan, King Fahd Complex for the Printing of the Holy Quran, Madinah, KSA.

۶۔ القرآن الکریم (ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن وتفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی) مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ المنورۃ۔ (نوٹ: تفسیر میں سورہ بقرہ اور سورہ نساء کے حواشی مولانا محمود حسن کے ہیں)

۷۔ تلخیص تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (مرتبہ: مولانا صدر الدین اصلاحیؒ) مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ص ۳۰، مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن، ربانی بک ڈپو،

دہلی، ۱۹۹۱، جلد اول، ص ۱۲۲-۱۲۴۔

The Holy Quran- The English Translation and Commentary by Abdullah Yusuf Ali, Revised and Published by King Fahd Complex for the Printing of the Holy Quran, Madinah, pp.15-16

۸۔ امین احسن اصلاحیؒ، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۵، جلد اول، ص ۱۶۰-۱۶۱

۹۔ حوالہ سابق، ص ۱۶۴-۱۶۵، صحیح بخاری جلد ۹، حدیث نمبر ۵۰۲

۱۰۔ S.K. Pal and D.P. Mandal,"Fuzzy Logic and Approximate Reasoning: An Overview" Journal of the IETE (Special Issue on Pattern Recognition) 1991, Vol.37, No.5-6 , P. 548.

۱۱۔ سورہ بقرہ: ۳۷، سورۃ الاعراف: ۲۲-۳۳، سورہ طٰہٰ: ۱۲۱-۱۲۲۔

۱۲۔ سورہ بقرہ: ۲۲۲، النساء: ۱۴۶، مریم: ۶۰، الفرقان: ۷۰-۷۱۔

۱۳۔ سورۃ التوبۃ: ۱۱۱-۱۱۲۔

☆